تدبّرِ قرآن

۸۵

البروج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ سورہ کا زمانۂ نزول اور مضمون

یہ سورہ دعوت کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفارِ قریش اول اول اسلام لانے والوں کو اس غصّہ میں ہر قسم کے مظالم کا تختۂ مشق بنائے ہوئے تھے کہ انھوں نے آبائی دین چھوڑ کر یہ نیا دین کیوں اختیار کر لیا؟ ان کو اس میں آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ اس ظلم و ستم سے باز نہ آئے تو بہت جلد خدا کی ایسی سخت پکڑ میں آ جائیں گے جس سے کبھی نہ چھوٹ سکیں گے۔ ساتھ ہی مظلوم مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ ان مظالم سے وہ ہراساں نہ ہوں بلکہ دینِ حق پر جمے رہیں۔ حالات بظاہر کتنے ہی نامساعد ہوں لیکن جس رب پر وہ ایمان لائے ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے ارادوں میں کوئی بھی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ آخر میں کفار کو یہ تنبیہ بھی فرما دی گئی ہے کہ اس قرآن کو، جو ان کو اس خطرے سے آگاہ کر رہا ہے، سحر و نجوم اور کہانت و شاعری کے قسم کی کوئی چیز نہ سمجھیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے اور اس کا منبع لوحِ محفوظ ہے۔ اس کی ہر بات پوری ہو کے رہے گی۔

ب۔ سورہ کے مطالب کا تجزیہ

سورہ کے مطالب کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱-۴) برجوں والے آسمان اور روزِ قیامت کی قسم اس بات پر کہ قیامت شدنی ہے اور ان لوگوں کے لیے ابدی تباہی ہے جو جہنم کے گڑھوں میں پھینکے جائیں گے۔

(۵-۱۱) جو اہلِ ایمان اس بنا پر ستائے گئے کہ آسمان و زمین کے رب پر ایمان لائے ان کی دادرسی کا وعدہ اور جنت کی بشارت بشرطیکہ ان مظالم کے باوجود وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ ساتھ ہی ان ظالموں کو عذاب کی وعید جنھوں نے مسلمانوں کو ستایا اور اس جرم سے توبہ کی توفیق انھیں حاصل نہیں ہوئی۔

(۱۲-۱۶) ظالموں کے لیے خدا کی پکڑ کی بے پناہی اور اس جرم سے توبہ کرنے والوں کے لیے اس کی رحمت و مغفرت کی وسعت کا بیان، صفاتِ جلال و جمال کی روشنی میں۔

(۱۷-۱۸) ماضی کی بعض جبّار قوموں کی طرف اشارہ جو اہلِ ایمان پر اسی طرح کے مظالم کی مرتکب ہوئیں جس کے مرتکب قریش ہو رہے تھے اور جس کی پاداش میں وہ خدا کی پکڑ میں آگئیں۔

(۱۹-۲۲) قریش کی بدبختی پر افسوس کہ وہ قرآن کے انذار کی تکذیب پر اڑے ہوئے اور نشۂ اقتدار میں مست ہیں۔ حالانکہ یہ انذار ایک حقیقت ہے جس سے مفر نہیں۔ وہ خدا کی گرفت سے باہر نہیں ہیں۔ اس نے ہر طرف سے ان کا احاطہ کر رکھا ہے۔ قرآن کوئی شاعری اور کہانت کے قسم کی چیز نہیں ہے، جیسا کہ انھوں نے گمان کر رکھا ہے، بلکہ یہ نہایت ہی اشرف و اعلیٰ کلام ہے جو خدا نے اتارا ہے اور اس کا سرچشمہ لوحِ محفوظ ہے۔

سُورَةُ الْبُرُوجِ

مَكِّيَّةٌ ـــــــــــ آيات: ٢٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿٥﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿٦﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿٧﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٨﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿١١﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

آيات ١ - ٢٢

آية حصية ١٢

ع ۲۲ ۱۰ مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾ ع

ترجمۂ آیات ۱-۲۲

قسم ہے برجوں والے آسمان اور وعدہ کیے ہوئے دن کی اور دیکھنے والے اور دیکھی ہوئی کی۔ ہلاک ہوئے ایندھن بھری آگ کی گھاٹی والے جب کہ وہ اس پر بیٹھے ہوں گے اور جو کچھ وہ اہلِ ایمان سے کرتے رہے اس کو دیکھیں گے۔ ۱-۷

اور انھوں نے ان پر محض اس وجہ سے غصّہ نکالا کہ وہ ایمان لائے اس خدائے عزیز و حمید پر جس کی ہی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ ۸-۹

جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ستایا، پھر توبہ نہ کی، ان کے لیے لازماً جہنم کی سزا اور جلنے کا عذاب ہے۔ البتہ جو پختہ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے باغ ہوں گے جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ بڑی کامیابی دراصل یہ ہے! ۱۰-۱۱

بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے۔ وہی آغاز کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔ اور وہ بخشنے والا پیار کرنے والا ہے۔ عرش بریں کا مالک۔ جو چاہے کر ڈالنے والا۔ ۱۲-۱۶

اے تجھے لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ فرعون اور ثمود کے لشکروں کی؟ لیکن یہ کفار جھٹلانے ہی میں لگے رہیں گے۔ اور خدا ان کو ان کے آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے۔ (یہ جھٹلانے کی چیز نہیں) بلکہ یہ بڑے مرتبہ کا کلام ہے۔ یہ لوحِ محفوظ کے اندر ہے۔ ۱۷-۲۲

الفاظ و اسالیب کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (۱)

لفظ بروج کی تحقیق

لفظ 'بروج' قلعوں اور گڑھیوں کے لیے آتا ہے۔ عربی زبان اور قرآن دونوں میں یہ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ آسمان کی صفت کے طور پر یہ جہاں آیا ہے اس سے مراد آسمان کے وہ قلعے اور دیدبان ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے برابر مامور رہتے ہیں کہ وہ خدا کی ملکوت میں شیاطین کو ایک خاص حد سے آگے یعنی ملاء اعلیٰ کے حدود میں داخل نہ ہونے دیں۔ اگر اس حد سے وہ آگے بڑھنے کی جسارت کرتے ہیں تو جیسا کہ آپ مختلف سورتوں میں پڑھ چکے ہیں، ان پر شہاب ثاقب کی مار پڑتی ہے۔ مجال نہیں ہے کہ کوئی جن یا انسان ملاء اعلیٰ کے حدود میں داخل یا غیب کے اسرار کی کچھ سن گن لے سکے۔

قسم کی نوعیت

قسم یہاں، جیسا کہ جگہ جگہ وضاحت ہو چکی ہے، بطور شہادت یا اس دعوے پر بطور دلیل کھائی گئی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ اس سورہ میں مخاطب، جیسا کہ ہم تمہید میں اشارہ کر چکے ہیں، مکہ اور طائف کے وہ فراعنہ ہیں جو نشۂ اقتدار میں کمزور مسلمانوں کو مظالم کا ہدف بنائے ہوئے تھے اور اپنے قلعوں اور ایوانوں پر ان کو اتنا ناز تھا کہ ان کو کبھی خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ جس خدائے علیم و قدیر پر ایمان لانے کے انتقام میں وہ اس کے کمزور بندوں پر ستم ڈھا رہے ہیں وہ کوئی کمزور ہستی نہیں ہے بلکہ وہی برجوں والے آسمان کا خالق و مالک ہے۔ وہ اپنی پیدا کی ہوئی اس دنیا سے غافل نہیں ہے بلکہ آسمانی قلعوں اور دیدبانوں سے اس کے کارندے ہر گوشہ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ جب چاہے آسمانی برجوں سے اپنی افواجِ قاہرہ بھیج کر یا زمین ہی سے کوئی آفتِ ارضی ابھار کر سارے قلعوں، گڑھیوں، ایوانوں کو مسمار اور ان پر ناز کرنے والوں کے غرور کو پامال کر کے رکھ دے۔

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (۲)

قیامت کی قسم خود قیامت پر

یہ اس روزِ قیامت کی قسم ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔ جس طرح سورۂ قیامہ میں اس کی قسم کھائی ہے اسی طرح یہاں بھی قسم کھائی ہے۔ قیامت کی قسم خود قیامت ہی سے ڈرانے کے لیے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جس سے کسی ذی ہوش کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ سورۂ قیامہ میں فرمایا ہے کہ اس کی شہادت خود انسان کے نفس ہی کے اندر موجود ہے، اس کو ثابت کرنے کے لیے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَۃٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ (القیٰمۃ - ۷۵: ۱۴-۱۵) (بلکہ انسان خود اپنے اوپر حجت ہے اگرچہ وہ کتنے ہی عذرات تراشے)۔

وَشَاھِدٍ وَّمَشْھُوْدٍ (۳)

قیامت کے ان تمام شواہد کی طرف اشارہ جو آفاق میں موجود ہیں

نکرہ یہاں تعمیم کے لیے ہے جس سے قیامت اور جزاء و سزا کے ان تمام دلائل و شواہد کی طرف اشارہ ہو گیا ہے جو آفاق کے ہر گوشے میں موجود ہیں بشرطیکہ انسان آنکھیں اور عبرت پذیر دل رکھتا ہو۔ مثلاً

—— اس کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز خالق کی قدرت، حکمت، رحمت، ربوبیت اور دوسری اعلیٰ صفات کی گواہی دیتی ہے۔ ان صفات کا بدیہی تقاضا، جیسا کہ قرآن نے وضاحت فرمائی ہے، یہ ہے کہ یہ دنیا نہ یوں ہی چلتی رہے اور نہ یوں ہی ایک حادثہ کے طور پر تمام ہو جائے بلکہ واجب ہے کہ ایک ایسا دن آئے جس میں اللہ تعالیٰ اس کے نیکوں اور بدوں میں امتیاز کرے۔ جنھوں نے اس کے منشاء کے مطابق زندگی گزاری ہو وہ انعام پائیں اور جنھوں نے شترِ بے مہار کی زندگی گزاری ہو وہ اس کی سزا بھگتیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کائنات کے خالق کے نزدیک خیر اور شر، نیک اور بد میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔

—— قرآن نے جابجا رسولوں اور ان کی قوموں کی کشمکش اور اس کشمکش کے نتیجہ کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں اور یہ دکھایا ہے کہ اس نے کس طرح ان لوگوں کو پامال کیا جنھوں نے اس کے رسولوں کی تکذیب کی اگرچہ وہ بڑی قوت و شوکت رکھنے والی قومیں تھیں۔ پھر ان کے آثار سے لوگوں کو سبق حاصل کرنے کی دعوت دی اور فرمایا ہے کہ ہم نے یہ آثار زمین میں محفوظ کیے ہی اس لیے ہیں کہ لوگ ان کو دیکھیں اور ان سے عبرت پکڑیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے وہی ان کے ساتھ بھی کرے گا اگر انھوں نے بھی انہی کی روش اختیار کی اور انہی کی طرح اکڑ دکھائی۔

اس استدلالی پہلو کے ساتھ ساتھ 'شاھد' اور 'مشھود' کے الفاظ کے اندر ایک تخویف کا پہلو بھی ہے جو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے آئے گا۔ وہ یہ کہ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ جو کچھ وہ دنیا میں کر رہا ہے ان میں سے کوئی چیز خدا سے مخفی ہے بلکہ وہ جو کچھ کرے گا ایک ایک کر کے وہ اس کے سامنے آئے گا اور ہر چیز وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ اس کے اعضاء و جوارح خود اس کے ہر قول و فعل کی گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے 'کراماً کاتبین' اس کے جملہ نیک و بد اعمال و اقوال کی رپورٹ پیش کریں گے، حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین و مصلحین بھی گواہی دیں گے کہ انھوں نے کیا بتایا اور سکھایا اور لوگوں نے ان کے اور ان کی تعلیمات کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ (۴-۵)

منکرینِ قیامت کو تنبیہ۔

یہ مذکورہ قسموں کا جواب نہیں ہے بلکہ سورۂ قٓ اور بعض دوسری سورتوں میں جس طرح جوابِ قسم حذف ہو گیا ہے اسی طرح یہاں بھی جوابِ قسم حذف کر کے اس کی جگہ منکرینِ قیامت کے لیے تذکیر و تنبیہ کی آیتیں رکھ دی گئی ہیں۔ یہ طریقہ ان مواقع میں اختیار کیا جاتا ہے جہاں جوابِ قسم اس قدر واضح ہو کہ ذکر کے بغیر بھی ذہن اس کی طرف بے تکلف منتقل ہو سکے۔ اس سے کلام میں ایجاز بھی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ساری بات جوابِ قسم کی حیثیت سے محذوف بھی مانی جا سکتی ہے۔ جس کے لیے کلام کا سیاق و سباق مقتضی ہو۔ یہاں مذکورہ قسموں کی روشنی میں مقسم علیہ کو کھولیے تو یہ ہوگا کہ قیامت شدنی ہے، اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے، اس دن ہر شخص اپنے کیے کا انجام دیکھے گا۔

'اُخْدُوْد' کے معنی کھڈ، کھائی اور گڑھے کے ہیں۔ اس کی وضاحت 'النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ' سے فرما دی گئی ہے۔ یعنی یہ گڑھے ایندھن والی آگ سے بھرے ہوں گے۔ ایندھن والی آگ کی صفت سے مقصود اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس آگ کے برابر بھڑکتے رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وافر ایندھن فراہم کر رکھا ہے، کوئی یہ توقع نہ رکھے کہ ایندھن کی کمی کے سبب سے کبھی یہ دھیمی پڑ جائے گی۔ اس ایندھن کی نوعیت سورۂ بقرہ آیت ۲۴ میں یوں واضح فرمائی گئی ہے: 'فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ' (پس اس آگ سے بچو جس کے ایندھن لوگ بنیں گے اور پتھر)۔

اصحٰب الاخدود

'اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ' کے تحت مفسرین نے ایک بادشاہ کا قصہ نقل کیا ہے لیکن اس کا کوئی نام یا زمانہ نہیں بتایا ہے۔ بس اتنا ہی بتاتے ہیں کہ اس نے اپنے دور کے بہت سے باایمان نصاریٰ کو محض اس جرم میں آگ کے گڑھوں میں پھنکوا دیا کہ انھوں نے اس کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اگرچہ اہلِ کتاب کی عقائدی چپقلش کے دور میں ایک دوسرے کو جلانے کے بعض واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں لیکن خاص اس واقعہ سے متعلق مفسرین نے جو عجیب و غریب باتیں نقل کی ہیں وہ کسی طرح بھی قابلِ اعتبار نہیں ہیں، اس وجہ سے ہم ان سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ یہاں مخاطب، جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہیں، قریش کے فراعنہ ہیں جو کمزور مسلمانوں کو ظلم و ستم کا ہدف بنائے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایسے مجہول بادشاہ کے انجام سے کیا سبق حاصل کرتے جس کا نام تک نہ ان کو معلوم تھا نہ مفسرین کے علم میں ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ کے لیے یہاں جو زجر و وعید ہے وہ آخرت سے متعلق ہے نہ کہ اس دنیا سے متعلق۔ اگر اس کو اس دنیا سے متعلق مانیے تو اس سے ان کے ظلم کی ایک ہلکی سی تصویر تو ضرور سامنے آتی ہے لیکن ان کا کوئی ایسا عبرت انگیز انجام قرآن نے نہیں بتایا ہے جو قریش کے لیے سبق آموز ہو سکتا۔ یہ بات کہ ان کی بھڑکائی ہوئی آگ نے خود ان کو اور ان کی بستیوں کو جلا کر راکھ بنا دیا صرف مفسرین

نے بیان کی ہے۔ قرآن نے کوئی اشارہ اس کی طرف نہیں کیا حالانکہ پیشِ نظر مقصد کے لیے اصل ظاہر کرنے کی بات یہی تھی۔

ہمارے نزدیک یہ قریش کے ان فراعنہ کو، جو مسلمانوں کو ایمان سے پھیرنے کے لیے طرح طرح کی اذیتوں کا تختۂ مشق بنائے ہوئے تھے، جہنم کی وعید ہے۔ ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ اس شقاوت سے باز نہ آئے تو وہ جہنم کی اس خندق میں پھینکے جائیں گے جو کبھی نہ بجھنے والی آگ سے بھری ہو گی۔

إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ (۶-۷)

اشقیاء کے انجام کی تصویر

یہ تصویر ہے ان اشقیاء کے انجام کی۔ فرمایا کہ یہ اس وقت کو یاد رکھیں جب وہ اس خندق کے کنارے بیٹھیں گے اور جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے ہیں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے ان کو اس آگ بھری خندق کے کنارے پر بٹھایا جائے گا تاکہ وہ اپنا ٹھکانا دیکھ لیں اور پھر وہ اپنی ایک ایک ظالمانہ حرکت کا مزہ چکھیں گے۔ گویا لفظ 'شُهودٌ' یہاں نتیجۂ فعل کے مفہوم میں ہے، جس کی مثالیں قرآن مجید میں بہت ہیں۔

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ مجرم کو اس کا اصل ٹھکانا اگر پہلے سے دکھا دیا جائے اور پھر اس کو اس کا مزہ چکھایا جائے تو اس کا عذاب دو نا ہو جاتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ مجرموں کو پہلے جہنم کے کناروں پر بٹھایا جائے گا تاکہ وہ دیکھ لیں کہ ان کو کہاں جانا ہے اور پھر ان کو اس میں پھینک دینے کا حکم دیا جائے گا۔ فرعون اور آلِ فرعون کے متعلق بھی قرآن میں یہ ذکر ہے کہ عالمِ برزخ سے ان کو صبح و شام دوزخ کی سیر کرائی جاتی ہے۔

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ حرف 'اِذْ' گزرے ہوئے زمانہ کے کسی واقعہ کی یاددہانی کے لیے آتا ہے اور ہم نے مستقبل میں پیش آنے والی صورتِ حال کے بیان کے مفہوم میں لیا ہے' لیکن اس شبہ کا ازالہ یوں ہو جاتا ہے کہ قرآن میں احوالِ قیامت کی تفصیل جا بجا ماضی کے صیغوں سے کی گئی ہے جس کی توجیہ علماء نے یہ کی ہے کہ مستقبل کی تعبیر ماضی کے اسلوب میں اس کی قطعیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کی وضاحت جگہ جگہ ہو چکی ہے۔

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (۸)

ایمان والوں کی سب سے بڑی نیکی کافروں کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے

یعنی مسلمانوں پر یہ غیظ و غضب اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان سے کوئی قصور صادر ہوا ہے' بلکہ ان کی سب سے بڑی نیکی ان اشقیاء کے نزدیک ان کا سب سے بڑا جرم ہے جس کے سبب سے وہ سزاوارِ تعذیب قرار پائے ہیں۔ ان کو سزا اس گناہ کی دی جا رہی ہے کہ یہ خدائے عزیز و حمید پر ایمان لائے۔ حالانکہ خدائے عزیز و حمید پر ایمان لا کر اللہ کے ان بندوں نے وہ سب سے بڑا حق ادا کیا ہے جو ان کے خالق و مالک کی طرف سے ان پر عائد ہوتا ہے۔ ان کا یہ اقدام لائقِ اعتراف

اکرام اور قابلِ تقلید تھا نہ کہ سزاوارِ عناد و انتقام لیکن جن کی مت ماری جاتی ہے وہ اپنے خیر خواہوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں۔

صفاتِ عزیز و حمید کے تقاضے

یہاں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے دو صفتوں ـــــــ عزیز اور حمید ـــــــ کا حوالہ ہے۔ صفت 'عزیز' اس کی عزت، قدرت، شان اور عظمت و جلال کو ظاہر کرتی ہے اور 'حمید' سے اس کی رحمت، ربوبیت اور سزاوارِ حمد و شکر ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے حوالہ سے مقصود اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جو ذات ان صفات سے متصف ہے وہی حق دار ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ جو اس پر ایمان لائے انھوں نے اس کا سہارا لیا ہے جس کا سہارا ہی اصل سہارا ہے اور وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔ اس میں ضمناً مظلوم مسلمانوں کے لیے جو بشارت اور ان کے درپئے آزار کفار کے لیے جو وعید مضمر ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۹)

یہ مذکورہ بالا بشارت اور وعید دونوں پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جس کی بادشاہی ہے وہی حقدار ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور جو اس پر ایمان لائے ان کے لیے اسی کی پناہ کافی ہے۔

'وَاللَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ' یعنی جو مسلمان اعدائے ایمان کے ہاتھوں دکھ اٹھا رہے ہیں وہ اطمینان رکھیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ان کے مصائب سے بے خبر نہیں ہے بلکہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے تو جب وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے تو اپنی بادشاہی میں اپنے باایمان بندوں پر اعداء کے ظلم و ستم کو کب تک گوارا کرے گا! ساتھ ہی کفار کے لیے اس میں وعید ہے کہ خدا کی ڈھیل سے مغرور نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ستم رانیوں سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ سارا تماشا دیکھ رہا ہے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب وہ اپنے مظلوم بندوں کا انتقام لے گا اور پھر پورا انتقام لے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ (۱۰)

مسلمانوں کو ستانے والوں کو دو ٹوک الفاظ میں وعید

اوپر جو وعید اشارات کے پردے میں سنائی گئی ہے اس آیت میں وہ بالکل بے نقاب کر دی گئی ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لانے والے مردوں اور ایمان لانے والی عورتوں کو دین سے پھیرنے کے لیے نشانۂ ستم بنائیں گے اور پھر توبہ نہیں کریں گے وہ یاد رکھیں کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب خاص کر آگ کا عذاب ہے۔

لفظ فتنہ یہاں خاص کر اس ظلم و ستم کے لیے آیا ہے جو کسی پر اس کے دین سے اس کو پھیرنے کے لیے کیا جائے۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن میں بار بار آیا ہے جس کی وضاحت ہو چکی ہے۔

'مُؤْمِنِیْنَ' کے پہلو بہ پہلو 'مُؤْمِنٰتِ' کا ذکر یہاں خاص اہتمام سے اس لیے ہوا ہے کہ جس دورِ ابتلاء سے یہ آیات متعلق ہیں اس میں سب سے زیادہ ظلم کمزور عنصر ہونے کے سبب سے عورتوں' بالخصوص لونڈیوں پر ڈھائے گئے۔ ان ظلم ڈھانے والوں کو آگاہ فرمایا گیا ہے کہ سلامتی مطلوب ہے تو جلد سے جلد توبہ اور اصلاح کر لیں ورنہ یاد رکھیں کہ اسی حال میں اگر ان کا خاتمہ ہوا تو سیدھے جہنم میں اتریں گے۔

'عَذَابُ جَهَنَّمَ' کے ذکر کے بعد بظاہر 'عَذَابُ الْحَرِیْقِ' کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی لیکن یہ عام کے بعد خاص کا ذکر ہے۔ 'جہنم' عذاب کی جملہ اقسام وانواع کا مرکز ہے جس میں سب سے بڑا عذاب جلنے کا عذاب ہے۔ گویا ان لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ جہنم کے دوسرے عذابوں کے ساتھ ساتھ ان کو جلنے کے عذاب کا بھی مزا چکھنا پڑے گا۔ اس انجام کو اچھی طرح سوچ رکھیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ (۱۱)

ثابت قدم رہنے والوں کو بشارت

یہ ان اہلِ ایمان کی حوصلہ افزائی ہے جو ان پُرمحن حالات کے باوجود اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ فعل 'اٰمَنُوْا' قرینہ دلیل ہے کہ یہاں اپنے حقیقی اور کامل معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ظالموں کے ان مظالم کے علی الرغم جو اہلِ ایمان اپنے ایمان پر جمے اور عملِ صالح کی روش پر قائم و دائم رہیں گے ان کے لیے بے شک ایسے باغ ہوں گے جن میں نہریں بہ رہی ہوں گی۔

'ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ' یعنی کوئی اس کامیابی کو معمولی کامیابی نہ سمجھے۔ یہ دائمی اور ابدی کامیابی ہے، جس کو حاصل ہوگی وہی جانے گا کہ اس نے چند دنوں کی آزمائشوں کے صلے میں کیسی عظیم بادشاہی حاصل کی۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ۟ؕ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۟ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۟ۙ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۟ۙ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (۱۲-۱۶)

مذکورہ باتوں کی تائید میں صفاتِ الٰہی کا حوالہ

اوپر کی آیات میں اہلِ ایمان کے ستانے والے کفار کو جو دھمکیاں اور مظلوم مسلمانوں کو جو بشارتیں دی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید صفات کی یاد دہانی سے ان کو مزید مؤکد و مدلّل کر دیا ہے۔

'اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ' فرمایا کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے۔ کوئی اس مغالطہ میں نہ رہے کہ وہ اپنی جماعت وجمعیت یا اپنے شرکاء و شفعاء کے بل پر اس سے اپنے کو بچا لے گا۔ اللہ کی پکڑ سے نہ کوئی بچ سکتا نہ اس کو کوئی بچانے والا بن سکتا۔

'رَبِّكَ' کا خطاب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانا جائے تو یہ خطاب آپ سے ان مظلوموں کے وکیل کی حیثیت سے ہوگا۔

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ۔ ظالموں کو اوپر جس عذابِ جہنم کی دھمکی دی گئی ہے یہ اس کی دلیل بیان کر دی گئی ہے کہ کوئی اس مغالطہ میں بھی نہ رہے کہ آخرت اور جزاء و سزا کا ڈراوا محض ڈراوا ہے، مرنے کے بعد نہ کوئی زندگی ہے نہ کوئی موت۔ فرمایا کہ خدا ہی ہے جو لوگوں کو اس دنیا میں پیدا کرتا ہے اور جب وہ پیدا کرتا ہے تو وہ از سرِ نو ان کا اعادہ بھی کر سکتا ہے۔ جب پہلی بار اس کو پیدا کرنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آئی تو دوبارہ یہ کام اس کے لیے کیوں مشکل ہو جائے گا؟

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ یعنی بخشنے والا اور محبت کرنے والا تنہا وہی ہے جس کو کو لگاتی ہو تنہا اسی سے لگائے۔ کوئی اور نہیں ہے جو کسی کے کچھ کام آسکے۔ عرش کا مالک اور عظمت والا وہی ہے۔ کوئی اس کے اقتدار اور اس کی عظمت میں شریک نہیں ہے۔ وہ جو چاہے کر ڈالنے والا ہے۔ نہ وہ کسی کا محتاج ہے نہ کوئی اس کے کسی ارادے میں مزاحم ہو سکتا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ (۱۷-۱۸)

تاریخ سے بعض مثالوں کا حوالہ

انہی حقائق کو ثابت کرنے کے لیے جو اوپر مذکور ہوئے، یہ تاریخ کی بعض مثالوں کی طرف اشارہ فرما دیا۔ خدا کی پکڑ میں آنے والی جن قوموں کی سرگزشت قرآن نے سنائی ہے ان میں قومِ ثمود اور فرعون کے جبر و ظلم اور طغیان و فساد کا ذکر خاص اہتمام سے فرمایا ہے۔ قریش کے لیڈروں پر ان دونوں قوموں کی عظمت و شوکت کی بڑی دھاک تھی۔ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھ لو، جب خدا نے ان کو پکڑا تو چشم زدن میں وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور کوئی ان کو بچانے والا نہ بن سکا!

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ (۱۹)

انکار کا اصل سبب ضد ہے

اس ’بَلْ‘ سے پہلے کلام کا کچھ حصہ بربنائے قرینہ محذوف ہے۔ اس کو کھول دیجیے تو پوری بات یوں ہوگی کہ جو کچھ ان کو سنایا جا رہا ہے، ہے تو یہ حرف حرف حق۔ کسی کے لیے بھی اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے لیکن یہ قیامت کے منکرین جان بوجھ کر جھٹلانے کے درپے ہیں اور اب ایسی پیچ آپڑی ہے کہ کسی طرح اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (۲۰)

لفظ ’وَرَآء‘ آگے اور پیچھے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جھٹلانے ہی پر بضد ہیں تو اپنی ضد پر اڑے رہیں لیکن یاد رکھیں کہ ان کی تکذیب سے حقیقت جھوٹ نہیں ہو جائے گی۔ اللہ ان کے آگے پیچھے ہر طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (۲۱-۲۲)

اس 'بَلْ' سے پہلے بھی بربنائے وضاحتِ قرینہ کچھ محذوف ہے۔ اس کو کھول دیجیے تو پوری بات یوں ہوگی کہ یہ قرآن جس انجام سے تمھیں ڈرا رہا ہے یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ ایک بزرگ و برتر کلام ہے۔ یہ شاعروں اور کاہنوں کے کلام کی طرح کی کوئی ہوائی چیز نہیں ہے بلکہ یہ خدا کی نازل کردہ وحی ہے اور اس کا منبع لوحِ محفوظ ہے جس تک کسی جن و انس کی رسائی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق سے اس سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ۔

لاہور
۱۱- اکتوبر ۱۹۷۹ء
۱۸- ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ